ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

یہود کے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ ہونے کا دعوی اور اس کی تردید مختلف تفاسیر کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

THE JEWS' CLAIM THAT (WE ARE THE CHILDREN OF ALLAH AND HIS BELOVED) AND ITS DENIAL: AN ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF DIFFERENT INTERPRETATIONS

Hafiz Shahid Khalid
Phd Scholar, Department of Islamic Studies, Chaudhry Abdul Khaliq Center for contemporary Islamic Sciences (CAKCCIS), Superior University, Lahore
Email:shahid.khalid1@gmail.com
Saira Tariq (Corresponding Author)
Visiting lecturer, department of Islamic Studies, University of Agriculture Faisalabad, Faisalabad
Email: Sairatariq1813@gmail.com
Dr. Hafiz. M. Mudassar Shafique
Assistant professor, Department of Islamic Studies, Chaudhry Abdul Khaliq Center for contemporary Islamic Sciences (CAKCCIS), Superior University, Lahore
Email: mudassar.shafique@superior.edu.pk

Abstract
The history of the divine religions is a witness to the fact that whenever a nation considered itself superior on the basis of mere ethnic, religious or historical affiliation, it resulted in intellectual deviation and practical decline. This claim of the Jews, "We are the children of Allah and His beloved," is a prominent example of this mental and belief deviation, through which they declared themselves to be the specially chosen and beloved group of Allah Almighty. This claim not only limited their religious consciousness but also weakened their sense of moral responsibility and accountability. The Holy Quran, while explaining this concept with great clarity and wisdom, strongly refuted it and made it clear that the criterion of affiliation with Allah Almighty is not a mere claim or attribution, but practical commitment, obedience and piety. In this context, the study of this subject is of great importance for a correct understanding of Islamic beliefs and for creating a balance in religious thought. The Holy Quran's method of refuting this claim of the Jews is not merely argumentative but corrective and educational, aiming to draw man towards realistic thinking and self-accountability. Various interpretations of the Quran explain that this concept of "sonship" and "belovedness" was actually the result of a misunderstanding of the attributes, justice and wisdom of Allah Almighty. According to the commentators, if a nation is considered unconditionally beloved and saved, then the importance of adherence to the Sharia, moral responsibility and righteous deeds ceases. Therefore, the Quran presented a universal principle in contrast to this claim that the standard of excellence in the eyes of Allah is piety. This article will analyze this statement of the Jews in the light of various exegetical literature of the Quran.

Key words: The Jews' claim, Denial, Interpretation, Analytical study,

یہود و نصاریٰ کی مذہبی تاریخ میں بعض ایسے عقائد پائے جاتے ہیں جو رفتہ رفتہ الہامی تعلیمات کی اصل روح سے انحراف کا سبب بنے۔ انہی میں سے ایک نمایاں دعویٰ ہے، جس کے ذریعے یہود و نصاریٰ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا خاص برگزیدہ، محبوب اور نجات یافتہ گروہ "نَحْنُ أَبْنَاءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّاؤُهُ" قرار دیا۔ یہ دعویٰ محض ایک عقیدے تک محدود نہ رہا بلکہ عملی زندگی میں مذہبی غرور، اخلاقی بے حسی اور خود احتسابی سے غفلت کا باعث بنا۔ قرآنِ کریم نے اس تصور کو نہایت حکیمانہ اور مدلل انداز میں بیان کرتے ہوئے نہ صرف اس کا ذکر کیا بلکہ اس کی فکری و عقلی بنیادوں پر بھرپور تردید بھی فرمائی۔ بالخصوص انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی تعلق کا معیار کیا ہے اور کس بنیاد پر کسی فرد یا قوم کو قربِ الٰہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس پس منظر میں یہ موضوع نہ صرف عقیدے کی اصلاح کے لیے اہم ہے بلکہ مذہبی فکر میں توازن اور اعتدال پیدا کرنے کے لیے بھی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآنِ کریم نے یہود و نصاریٰ کے اس دعویٰ کو محض رد کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک آفاقی اصول واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت، محبت اور نجات کا معیار کسی قوم، نسل یا مذہبی نسبت سے وابستہ نہیں بلکہ ایمانِ صحیح، تقویٰ اور اعمالِ صالحہ سے مشروط ہے۔ مختلف تفاسیرِ قرآن اس حقیقت کو مزید واضح کرتی ہیں کہ اس دعویٰ کی جڑ میں اصل مسئلہ اللہ کی صفات کے بارے میں غلط فہمیاں اور دینی ذمہ داری

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

سے فرار تھا۔مفسرین کے نزدیک ''ابنیت'' اور ''محبوبیت'' کا یہ تصور مجازی اور گمراہ کن تھا جس نے انسان کو جواب دہی کے احساس سے محروم کر دیا۔اسی لیے قرآن نے اس دعویٰ کی تردید کو خود احتسابی، اصلاحِ فکر اور اصلاحِ عمل سے جوڑ دیا۔ زیرِ بحث موضوع کا مطالعہ اس امر کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں عقیدہ محض زبانی دعویٰ نہیں بلکہ عملی التزام کا نام ہے، اور یہی اصول ہر دور میں فرد اور معاشرے کی فکری و اخلاقی رہنمائی کے لیے رہنما حیثیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ [1]

اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اے حبیب! تم فرمادو: (اگر ایسا ہے تو) پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم (بھی) اس کی مخلوق میں سے (عام) آدمی ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

مفسر حمید نسیم نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ تورات کے عبرانی لہجے میں جابجا کہا گیا کہ "خداوند ہمارا باپ" خدا بندوں سے مخاطب ہوئے کہتا ہے "میرے فرزندو" اس پیرائے کو لغوی معنی میں لیکر یہ دونوں انبیاء کے اللہ کا بیٹا ہونے کا دعوی کرنے لگے ہیں۔ یہاں بیان اس بات کا ہے کہ جس عبرانی طرز تخاطب کی وجہ سے انہوں نے انبیاء کو ابن اللہ کہا اسی طرز تخاطب کی وجہ سے آج خود خود فریبی کا شکار ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے چہیتے اور پسندیدہ لوگ ہیں۔ اس خود فریبی پر اللہ تعالی کی طرف سے کہا جا رہا ہے کہ ایسے دعوے کیوں کرتے ہو۔ تم خود جانتے ہو کہ یہ ساری باتیں بالکل بے سروپا اور بے بنیاد ہیں۔ اگر تم ایسے ہی اللہ کے چہیتے اور پسندیدہ لوگ ہو تو پھر عہد در عہد تم گرفتار عذاب کیوں ہوتے ہو۔ یہودی تو جناب یعقوبؑ کے مصر جانے کے وقت سے حضور ﷺ کی بعثت تک مسلسل مبتلائے صعوبت رہے تھے۔ اور خود مسیحی بھی جناب مسیحؑ کی بعثت کے بعد چار سو برس تک اپنے غلط عقائد کی وجہ سے نو بہ نو آفات کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ آخر میں ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم صرف فانی بشر ہو۔ عام انسانوں کی طرح تمہیں کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہیں۔ بلکہ اپنے غلط عقائد کی بنا پر تم سزاوار عذاب ہو۔ تو اللہ سے ڈرو۔ غلط عقیدوں سے تائب ہو جاؤ۔ استغفار کرو ممکن ہے کہ اللہ تعالی تمہارے گناہ معاف فرمادے[2]۔ تبیان الفرقان فی تفسیر القرآن میں عبد المجید لدھیانوی یوں رقمطراز ہیں کہ یہود و نصاری کی بنیادی غلطی کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہود و نصاری دونوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اللہ کے محبوب ہیں۔ چونکہ ہم اللہ کے محبوبوں کی اولاد ہیں۔ اس لیے اللہ تعالی کے ہاں ہمارا مرتبہ ایسا ہی ہے جیسے انسان کے بیٹے ہوتے ہیں یا محبوب ہوتے ہیں۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ جیسے انسان اپنے بیٹوں کی بیسیوں غلطیوں کو نظر انداز کرتا ہے اسی طرح ہم کتنی ہی گناہ گار کیوں نہ اللہ ہمیں آخرت میں پکڑے گا نہیں۔ جیسے اپنے محبوبوں کی غلطیاں انسانوں کو نظر نہیں آتیں وہ صرف اپنے محبوب میں اچھائی ہی دیکھتے ہیں اسی طرح اللہ ہماری خطاؤں سے صرفِ نظر کرتا ہے۔ اسی لیے ہمیں سزا بھی نہیں ہوگی۔ تو اللہ تعالی کہتے ہیں کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ اپنی تاریخ کی تم کس طرح سے تکذیب کر سکتے ہو۔ تمہیں تو بار بار پیٹا گیا مارا گیا۔ تمہارے حلیے بگاڑ دئے گئے۔ تمہیں مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا کر دیا گیا۔ محبوبوں کا بھلا کوئی ایسا حال کرتا ہے جو تمہارا ہوا؟ فلم یعذبکم اس جملے میں ان کو ساری تاریخ یاد کرائی گئی ہے۔ اللہ کے محبوب ہو تو ذرا دیکھو اللہ تعالی نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ جہاں تم نے تھوڑی سی گڑبڑ کی تم پر لعنت اتری۔ تمہیں بندروں کی شکل میں بدلا گیا۔ تمہیں خنزیروں کی شکل میں بدلا گیا۔ اور کس حکم عدولی کی وجہ سے چالیس سال صحرا نوردی ہوئی۔ وادی تیہ کے اندر بڑھکتے رہے۔ کبھی طور پہاڑ تمہارے سروں پر لا کھڑا کیا۔ کیسے کیسے واقعات پیش آئیں ہیں ذرا غور کرو اگر تمہاری غلطی کی سزا تمہیں دنیا میں ملتی ہے آخرت میں بدرجہ اولی ملی گی۔ لہذا اپنے ذہن کو بدلو۔ باقی مخلوق کی طرح تم بھی اللہ کی مخلوق ہو۔ جیسا باقی کے ساتھ ہو گا ویسا ہی تمہارے ساتھ بھی ہو گا۔ تو گویا اس عقیدے کی وجہ سے وہ بدعملی کا شکار ہو رہے تھے۔[3]

یہود ونصاری کی گمراہی جنہوں نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور پیارے ہیں۔ یہ بھی انکے اپنے تراشیدہ باطل دعوؤں میں سے ایک دعوی ہے شیطان انسان کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ ایمان اور اعمال صالحہ سے روکنے کے لیے طرح طرح کی باتیں سمجھاتا ہے۔ انہیں باتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے یہود و نصاری کو یہ سمجھایا کہ تم تو اللہ کی اولاد ہو اور اس کے محبوب ہو۔ تم رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، کیسے ہی اعمال کرو تمہارا سب کچھ معاف ہے۔

---

[1] المائدہ،5: 18

[2] حمید نسیم، تعارف الفرقان، ج:2، ص:30

[3] عبد لمجید لدھیانوی، تبیان القرآن فی تفسیر القرآن، ج:1، ص:85

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

ان لوگوں نے شیطان کی اس بات کو مان لیا اور اپنے بارے میں عقیدہ رکھ لیا کہ ہم اللہ کی اولاد اور اس کے پیارے ہیں اس لیے ہم کو عذاب نہیں ہو گا۔[4]

مزید لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ یہود کے پاس تشریف لائے اور انکو اسلام کی دعوت دی۔ فرمایا اللہ کو ماننے کی طرح ماننے اور اس کے عذاب سے ڈریں۔ یہ سن کر کہنے لگے اے محمد! ہمیں کیا ڈراتے ہو ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں۔ اس کے محبوب ہیں۔ اس پر اللہ جل شانہ یہ آیت نازل فرمائی۔ اس عقیدے کی تردید میں اللہ تعالی نے فرمایا (فلم یعذبکم) پھر تم اللہ کے عذاب سے ڈرتے کیوں ہو۔ تم محبوب ہونے کا دعوی بھی کرتے ہو پھر اپنے دعوی سے اس کی تردید بھی کرتے ہو تم خود کہتے اللہ کے محبوب ہو اور ساتھ ہی بھی زعم رکھتے ہو کہ صرف چندروز کے لیے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ بھلا کوئی اپنے محبوب کو ایک منٹ کے لیے آگ میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اور تم محبوب بھی ہو اور آگ میں بھی ڈالے جاؤ گے۔[5]

کنزالعمال میں علامہ علاءالدین علی یوں رقمطراز ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل کتاب آئے اور انہوں نے دین کے معاملہ میں آپ سے گفتگو شروع کی، آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اللہ کی نافرمانی کرنے سے اس کے عذاب کا خوف دلایا تو وہ کہنے لگے کہ اے محمد آپ ہمیں کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے اس دعوے کا بطلان ظاہر فرمایا گیا۔[6] تفسیر عثمانی میں علامہ شبیر احمد لکھتے ہیں کہ شاید اپنے کو "بیٹے" یعنی اولاد اس لئے کہتے ہوں کہ ان کی "بائبل" میں خدا نے اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کو اپنا پہلوٹا بیٹا اور اپنے کو اس کا باپ کہا ہے۔ ادھر نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو "ابن اللہ" مانتے ہیں تو اسرائیل کی اولاد اور حضرت مسیح کی امت ہونے کی وجہ سے غالباً ابناء اللہ کا لفظ اپنی نسبت استعمال کیا ہو گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ "بیٹا" کہنے سے مراد یہ ہو کہ ہم خدا کے خواص اور محبوب ہونے کی وجہ سے گویا اولاد ہی جیسے ہیں۔ اس صورت میں "اب–ناء" کا حاصل وہ ہی ہو جائے گا جو لفظ "احب–اء" کا ہے۔ تفسیر کبیر کے مفسر لکھتے ہیں کہ سو یہود و نصاریٰ نے کہا کہ "ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں"۔ اس لئے ہمارے لئے وہ خاص حقوق ہیں جو اور کسی کو نہیں مل سکتے۔ یہاں تک کہ جنت میں بھی ہمارے سوا اور کوئی نہیں جاسکے گا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ان کے اس زعم اور گھمنڈ کو اس طرح صریح لفظوں میں بیان فرمایا گیا ہے۔ {وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى } [7]۔ سو یہ ہے "صاحبزادگی" اور اپنی بڑائی اور بزرگی کے دعویٰ و گھمنڈ کا وہ مرض جو قوموں کو بھی لاحق ہوا اور اشخاص و افراد کو بھی۔ اور اس خود ساختہ زعم اور گھمنڈ نے آگے طرح طرح کی خرابیوں کو جنم دیا یہاں تک کہ ایسے لوگ نور حق و ہدایت ہی سے محروم ہو گئے۔ والعیاذ باللہ۔ افسوس کہ امتِ مسلمہ میں پائے جانے والے بہت سے لوگ بھی آج اسی مرض میں مبتلا ہو کر طرح طرح کی خرابیوں اور مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللہ۔ کہ وہ نوری اور قدسی وغیرہ بنتے۔ سید اور آلِ رسول ہونے کے دعوے کر کے اپنے لئے خاص حقوق و مراعات کا اِدعا کرتے اور اپنے آپ کو صاحبزادہ اور پیرزادہ سمجھتے، کہتے، کہلواتے اور لکھتے لکھواتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور اپنی اسی ذہنیت کی بنا پر وہ اپنے لئے خاص حقوق اور احکام کا دعویٰ و گھمنڈ رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں کتنے ہی ایسے ہیں جو اس طرح کے زعم اور گھمنڈ میں نہ نماز پڑھتے ہیں نہ دوسرے کھلے اَحکام دین تک کی پرواکرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان میں کتنے ہی ایسے ہوتے ہیں جو اپنے قول و فعل سے اَحکام دین و شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں جو کہ کفر ہے۔ اور وہ خود اور ان کے خاص چیلے چانٹے لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ یہ معرفت کی باتیں ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے وغیرہ۔

وہ حاکم و حکیم بھی ہے اور { عَلٰی كُلِّ شَیْ ءٍ قَدِیْرٍ } اور { عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ } بھی۔ اس لئے وہ جو سزا چاہے اور جس کے لئے چاہے دے سکتا ہے۔ اور اس کی سزا و جزا سراسر علم و حکمت پر مبنی اور عینِ عدل و انصاف کا تقاضا ہوتی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کہ وہی جانتا ہے کہ کس کے باطن کی کیفیت کیا ہے اور کس کا جرم کس نوعیت کا ہے اور کس درجے کا ہے۔ اور وہ کس سلوک و صلہ کا مستحق ہے۔ جلَّ وَعلاشَانُہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اس کی مشیت سب پر حاوی ہے۔ وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے۔ کوئی اس کی مشیت و مرضی میں حائل اور رکاوٹ نہیں بن سکا۔ مگر وہ چونکہ علیم و خبیر اور حکیم و رحیم بھی ہے اس لئے اس کا ہر حکم

---

[4] عاشق الہی، مفتی، انوار البیان، دار الناشر، لاہور، ج:1، ص:751

[5] انوار البیان، ج:1، ص:751

[6] علاءالدین علی، علامہ، کنزالعمال، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی، س ن، ج:3، ص:233

[7] البقرۃ:2: 111

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

علم اور حکمت ہی پر مبنی ہوتا ہے۔اور اس میں اس کے بندوں ہی کا بھلا ہوتا ہے۔اور یہ شان اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔سبحانہ وتعالیٰ۔اس لیے اس کے ہر حکم وارشاد کو دل وجان سے اپنانا چاہیے۔وباللہ التوفیق۔

اس سے واضح فرمادیا گیا کہ سب کو لوٹ کر اللہ پاک ہی کے پاس جانا ہے۔۔سو تم لوگ چاہو یا نہ چاہو۔ جانا بہر کیف تم سب کو اسی کی طرف ہے۔اور وہاں اپنے کئے کرائے کا پورا صلہ وبدلہ پانا ہے۔اب ہر کوئی اپنے بارے میں خود دیکھ اور سوچ لے کہ وہ عمل و کردار کی کیا پونجی لیکر اس کے حضور حاضر ہو رہا ہے اور اس کے یہاں وہ کس طرح کے صلے اور بدلے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ بہر کیف ہر کسی نے اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا صلہ وبدلہ آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں ہی پانا ہے جو کہ دار الجزا ہے ۔جبکہ یہ دنیا عمل کی کمائی کی جگہ اور دار العمل ہے۔اس لئے عقل و نقل کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ ہمیشہ اپنی آخرت کو اپنے پیشِ نظر رکھے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ لِمَا يُحِبُّ وَيُرِيْدُ وَہُوَ الْہَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِيْلِ۔[8]یہودیوں نے حضرت عزیر کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا اور اپنے آپ کو بھی ابناء اللہ (اللہ کے بیٹے) اور اس کا محبوب قرار دے لیا۔ بعض کہتے ہیں یہاں ایک لفظ محذوف ہے یعنی اتباع ابناء اللہ ہم اللہ کے بیٹوں (عزیر و مسیح) کے پیرو کار ہیں (دونوں مفہوموں میں سے کوئی سا بھی مفہوم مراد لیا جائے۔اس سے ان کے تفاخر اور اللہ کے بارے میں بے جا اعتماد اظہار ہوتا ہے۔ جس کی اللہ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں۔

اس میں ان کے مذکورہ تفاخر کا بے بنیاد ہونا واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر تم واقعی اللہ کے محبوب اور چہیتے ہوتے یا محبوب ہونے کا مطلب یہ ہے تم جو چاہو کرو اللہ تم سے باز پرس نہیں کرے گا تو پھر اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے گناہوں کی پادش میں سزا کیوں دیتا رہا ہے؟اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اللہ کی بارگاہ میں دعووں کی بنیاد پر نہیں ہوتا نہ قیامت والے دن ہوگا بلکہ وہ تو ایمان و تقویٰ اور عمل دیکھتا ہے اور دنیا میں بھی اسی کی روشنی میں فیصلہ فرماتا ہے اور قیامت والے دن بھی اسی اصول پر فیصلہ ہوگا۔تاہم یہ عذاب یا مغفرت کا فیصلہ اسی سنت اللہ کے مطابق ہوگا، جس کی اس نے وضاحت فرمادی ہے کہ اہل ایمان کے لئے مغفرت اور اہل کفر و فسق کے لئے عذاب، تمام انسانوں کا فیصلہ اسی کے مطابق ہوگا۔اے اہل کتاب! تم بھی اسی کی پیدا کردہ مخلوق یعنی انسان ہو۔ تمہاری بابت فیصلہ دیگر انسانی مخلوق سے مختلف کیونکر ہوگا۔

وھبہ زحیلی التفسیر المنیر میں یوں رقمطراز ہیں:

فقالوا:نحن ابناءاللہ واحباءہ

فرد اللہ علیھم عن طریق نبیہ:قل لھم:اذاکان الامر کمازعمتم ،فلم یعذ بکم بذنوبکم فی الدنیا کتخریب الوثنین مسجدکم الاکبر وبلدکم بیت المقدس،وازالۃ ملککم من الارض،وفی الآخرۃ التی اعدلکم فیھا نار جھنم علی کفر کم وکذبکم وافتراءکم؟والاب لایعذب ابنہ،والحبیب لایعذب حبیبہ فلستم اذن ابناءاللہ واحباء،بل انتم بشر من جملۃ ماخلق ولا یجابی احدا من عبادہ ....ومنہ الایمان برسالۃالاسلام وصالح الاعمال۔[9]

یہود ونصاری نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اسکے پسندیدہ لوگ ہیں۔ تو اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر کے ذریعے جواب دیا ہے کہ اگر معاملہ ایسا ہے جیسا تمہارا خیال ہے۔ تو اللہ تعالی تم کو عذاب کیوں دیتا ہے۔دنیا میں ہیکل سلیمانی کا منہدم کیا جانا، بیت القدس سے بے دخلی پوری دنیا میں تمہارا ذلیل ہونا۔اور آخرت میں تمہارے لیے جہنم کا عذاب ہے تمہارے کفر، جھوٹ اور افتراء کے سبب۔اور باپ تو اپنے بیٹے اور عاشق اپنے محبوب کو سزا نہیں دیتا مگر تمہارا اس کے برعکس ہے مطلب تمہارا دعوی درست نہیں اگر نجات چاہتے ہو تو رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لاؤ اور اعمال صالحہ کرو۔

علامہ عبد الماجد دریا آبادی فرماتے ہیں کہ نحن ابناءاللہ واحباءہ نحن صیغہ جمع متکلم سے مراد یہاں افراد نہیں بلکہ قوم یا ملت، مجموعہ افراد مراد ہیں یعنی یہود من حیث القوم اور نصاریٰ بحیثیت ملت، بائبل میں آج تک اس قسم کے حوالے موجود ہیں:[10]

ابناءاللہ میں ابناء سے مراد حقیقی صلبی بیٹے نہیں اور نہ ابن کے یہ معنی ہی لازمی طور پر ہیں۔ صلبی بیٹے کے لیے عربی میں دوسرا لفظ ہے ولد۔ابن کا اطلاق مجازی منہ بولے لڑکوں پر پوری طرح ہوتا ہے اور عربی میں اس کا یہ مجازی استعمال بہت عام ہے ازہری لغوی اور ابن العربی لغوی کے حوالہ سے ایک بڑی طویل فہرست ایسے ناموں کی دے دی ہے جو عربی میں کسی کے "ابن" کی حیثیت سے مشہور و متعارف ہیں، مثلاً ابن الطین حضرت آدمؑ کے لیے، ابن اللیل چور کے لیے، ابن الاقوال باتونی شخص کے لیے وغیرہ۔ہمارے مفسرین نے بھی بغیر اس کے کہ بائبل کے محاوروں کا مطالعہ کیا ہو محض اپنے اشراقِ ایمانی سے یہاں یہی معنی قرار دے ہیں یعنی خاصانِ خدا میں سے ہیں،

---

[8] رازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر، مکتبہ فیصل دیوبند، ج:2، ص:455

[9] وھبہ الزحیلی، الدکتور، التفسیر المنیر فی العقیدہ والشریعۃ والمنہج، دار الفکر المعاصر، بیروت، لبنان، ج:6، ص:139

[10] دریا آبادی، عبد الماجد، مولانا، تفسیر قرآن تفسیر ماجدی، مجلس نشریات قرآن، ناظم آباد نمبر 1، کراچی، 2010، ج:1، ص:880

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

ہمارا اور عام خلقت کا مقابلہ ہی کیا۔ گویا حاصل تقریر یہود و نصاریٰ کا یہ تھا کہ ہم سب اونچی ذات والے اور خاص مقربین حق میں ہیں۔ ٹھیک ویسے ہی دعویٰ جیسے ہندوستان میں برہمنوں کی اور اپنے کو چندر بنسی اور سورج بنسی کہلانے والے راجپوتوں کی زبان سے سنے جاتے ہیں۔[11]

فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ۔ [12]

بداعمالی پر دنیوی سزاؤں کا ترتب تو ایک کھلی ہوئی حقیقت تھی جس سے یہود و نصاریٰ کسی کے لیے انکار ممکن نہ تھا اور ان دنیوی سزاؤں کے تذکرہ سے عہد عتیق کے صحیفے بھرے پڑے ہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں صریح رد ہے اس شخص پر جو اللہ کے ساتھ ایسے قرب کا قائل ہو جس میں مصیبت پر بھی مواخذہ نہ ہو۔ یعنی جزا و سزا کا جو قانون ساری دنیا کے لیے ہے وہی تمہارے لیے بھی ہے۔ اور وہی قادر مطلق، حاکم برحق یہ وعدہ کرچکا ہے کہ اہل ایمان کے لیے مغفرت ہے اور اہل کفر کے لیے دائمی عذاب یعنی اس کی مشیت سب پر غالب ہے وہ کسی کی محکوم نہیں۔ نہ کسی کی مروت نہ کسی کا دباؤ اس کے اوپر غالب۔[13]

مسیحیوں کا عقیدہ تھا کہ آخرت میں پیشی ابن اللہ مسیح کے دربار میں ہوگی اور یہود اس خیال میں تھے کہ ان کے آباؤ اجداد، یعقوب اور اسحاق اور ابراہیمؑ انہیں عذاب الٰہی کی گرفت سے بچالیں گے۔ حکیم الامت تھانویؒ نے اس موقع پر جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ لفظ بہ لفظ نقل ہونے کے قابل ہے: "یہ دعوی مذکورہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا ہمارے زمانہ کے جاہل پیرزادوں کا انتساب تولد یا اتصالِ سلسلہ کی بناپر گھمنڈ ہے کہ حق تعالیٰ کو ہمارے ساتھ ایک گونہ ذاتی خصوصیت اور نسبت ہے جو معاصی وغیرہ سے قطع نہیں ہوتی اور ہم کیسے ہی ہوں مگر اس انتساب یا اتصال کے زور سے کھڑے جنت میں جائیں گے۔[14]

خلاصہ بحث:

یہودیوں کی یہ سوچ اور یہ عقیدہ کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور ہم ہی اس کے محبوب اور چہیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ بنی اسرائیل اپنے دور میں اللہ کے بہت محبوب بندے رہ چکے ہیں لیکن اس کے بعد اپنی بہت زیادہ نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ کے عذاب کے بھی مستحق ہو چکے ہیں اور ایک بار نہیں بلکہ متعدد مرتبہ اللہ کی طرف سے مختلف قسم کے عذاب کے مستحق ہوئے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا کہنا گویا شرک کی طرف چلے جانا۔ ان تمام تفاسیر کی روشنی میں معلوم ہوا کہ یہودیوں کی یہ سوچ اور یہ عقیدہ نہایت ہی غلط ہے اور ان کو جہنم میں لے جانے والا ہے۔ یہودی عقیدہ نحن ابناء اللہ واحباءہ (اللہ کے بیٹے اور پسندیدہ ہیں)

یہود اپنی نسبت اللہ تعالیٰ سے ٹھہراتے ہیں اور خود کو اللہ کا پسندیدہ اور بیٹا سمجھتے ہیں۔ اس عقیدے کی بنا پر وہ خود کو اس کے احکام کی بجاآوری سے ماورا قرار دینا چاہتے ہیں۔ اس دعوے کے مطابق اب دنیا میں ان کا کام صرف اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مستفید ہونا اور اس کے بندوں پر حکمرانی اور برتری جتانا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ[15]

اور یہودی اور نصرانی کہتے ہیں ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔

افتراء پردازی میں حد تجاوز! یہاں تک کہ اللہ پر بھی جھوٹ باندھنے میں عار نہیں سمجھا بلا کی دیدہ دلیری سے وہ خود کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر والدین اور اولاد جیسے رشتوں سے بے نیاز ہے، یہ بات ہر ذی عقل و ذی شعور انسان اچھی طرح سے سمجھتا ہے۔ رہا یہود کا اللہ کے بیٹے یا محبوب ہونے کا نظریہ تو یہ محض دنیا کی چند روزہ اور فانی زندگی میں غرور و تکبر اور غیر اقوام پر اپنی برتری ظاہر کرنے کا بھونڈا اور فضول ذریعہ ہے۔ یہ بھی ان کے اپنے تراشیدہ باطل دعوؤں میں سے ایک دعویٰ ہے۔ شیطان انسان کے پیچھے پڑا رہتا ہے ایمان اور اعمال صالحہ سے روکنے اور باز رکھنے کے لیے طرح طرح کی باتیں سمجھاتا ہے انہیں باتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے یہود و نصاریٰ کو یہ سمجھایا کہ تم تو اللہ کی اولاد ہو اور اس کے محبوب ہو، تم رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ کیسے ہی اعمال کرو تمہارا سب کچھ معاف ہے۔[16]

---

11 ایضاً، ج:1، ص:881

12 المائدہ، 5: 18

13 تفسیر ماجدی، ج:1، ص:882

14 ایضاً، ج:1، ص:882

15 المائدہ، 5: 18

16 عاشق الٰہی، محمد، مولانا، مفتی، مہاجر مدنی، انوار البیان فی کشف اسرار القرآن، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1434ھ، ج:3، ص:63

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

اہل کتاب کا یہی زعم باطل تھا جس نے ان کو عہد الٰھی کی ذمہ داریوں سے سب سے زیادہ بے پروا بنایا۔ انہوں نے گمان کیا کہ وہ خدا کے محبوب اور برگزیدوں کی اولاد ہیں اس وجہ سے عمل واطاعت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہیں۔[17]

آیت کے آخری حصے میں یہود کے غلط نظریہ پر جرح کی گئی ہے کہ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ [18] کہہ دیں کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کے بدلے سزا کیوں دیتے ہیں؟ یعنی اگر یہ صحیح کہ تم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہو تو پھر تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں مسخ اور کچھ دنوں آگ کا عذاب بقول تمہارے کیوں دیا جائے گا۔ کیا باپ بیٹے کو مسخ کرتا ہے؟ کیا والد اپنے بیٹے کو آگ کا عذاب دیتا ہے۔ پھر ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ [19] بلکہ تم دوسرے آدمیوں کی طرح آدمی ہو! اس کی جملہ مخلوقات میں سے۔ نہ یہ کہ تم اس کے بیٹے ہو۔[20] خود کو اللہ کے نام سے جوڑنے اور اس کے پسندیدہ و محبوب کہلوانے کے دعویٰ کے پیچھے یہود کا خبثِ باطن کارفرما ہے۔ احکامِ الٰھی کی اطاعت و پیروی و عمل براری سے جی چرانے کے ساتھ دنیا میں عزت و تکریم حاصل کرنے کی تمنا پیش پیش ہے۔ ورنہ یہود کو خاص و برگزیدہ قرار دے کر کسی قسم کی رعایت یا شریعت کی پیروی میں ادنٰی تر تخفیف کا شائبہ بھی احکامِ الٰہی سے ثابت نہیں ہوتا۔ بنی اسرائیل کو تمام شریعت اور سب حکموں پر عمل کرنے کا امر بار بار ملتا رہا۔

سو تم میرے سب آئین اور سب احکام ماننا اور اُن پر عمل کرنا۔ میں خداوند ہوں۔[21]

بلکہ میرے سب حکموں کو یاد کر کے اُن کو عمل میں لاؤ اور اپنے خدا کے لیے مقدّس ہو۔[22]

صرف یہی نہیں کہ آباء واجداد سے برتری کا وعدہ کیا مگر اس برتری کو برقرار رکھنے کے لیے بھی اپنی اطاعت کا حکم دیا۔ جیسا کہ بائبل میں مذکور ہے:

”سو تُم میرے سب آئین اور احکام ماننا اور اُن پر عمل کرنا تا کہ وہ ملک جس میں میں تم کو بسانے کو لیے جاتا ہوں تم کو اُگل نہ دے۔[23] اور خداوند نے بھی آج کے دن تجھ کو جیسا اُس نے وعدہ کیا تھا اپنی خاص قوم قرار دیا ہے تا کہ تُو اُس کے سب حکموں کو مانے۔ اور وہ سب قوموں سے جن کو اُن نے پیدا کیا ہے تعریف اور نام اور عزّت میں تجھ کو ممتاز کرے اور تُو اُس کے کہنے کے مطابق خداوند اپنے خدا کی مقدّس قوم بن جائے۔[24] قاموس الکتاب میں ”خدا کے بیٹے“ کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ وہ لوگ جو یہوداہ کے ساتھ عہد کی بدولت ایک خاص رشتے میں منسلک تھے۔ خدا کا بیٹا ہونا ایک عہد کا رشتہ تھا۔ بنیادی طور پر یہ رشتہ عہد کے ذریعے قائم ہوا تھا۔[25]

کتاب استثناء میں احکامِ الٰھیہ کو ماننے کی صورت میں انعامات کا تزکرہ اس انداز سے ملتا ہے کہ ”اگر تو خداوند اپنے خدا کی بات کو جانفشانی سے مان کر اُس کے ان سب حکموں پر جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں احتیاط سے عمل کرے تو خداوند تیرا خدا دنیا کی سب قوموں سے زیادہ تجھ کو سرفراز کرے گا۔ اور اگر تو خداوند اپنے خدا کی بات سنے تو یہ سب برکتیں تجھ پر نازل ہوں گی اور تجھ کو ملیں گی۔ شہر میں بھی تو مبارک ہو گا اور کھیت میں بھی مبارک ہو گا۔ تیری اولاد اور تیری زمین کی پیداوار اور تیرے چوپایوں کے بچے یعنی گائے بیل کی بڑھوتی اور تیری بھیڑ بکریوں کے بچے مبارک ہوں گے۔ تیرا ٹوکرا اور تیری کٹھوتی دونوں مبارک ہوں گے۔ اور تو اندر آتے وقت مبارک ہو گا اور باہر جاتے وقت بھی مبارک ہو گا۔ خداوند تیرے دشمنوں کو جو تجھ پر حملہ کریں تیرے رُوبرو شکست دلائے گا۔ وہ تیرے مقابلہ کو ایک تو ہی راستہ سے آئیں گے پر سات سات راستوں سے ہو کر تیرے آگے سے بھاگیں گے۔ خداوند تیرے انبار خانوں میں اور سب کاموں میں جن تو ہاتھ لگائے برکت کا حکم دے گا اور خداوند تیرا خدا اُس ملک

---

[17] اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، ادارہ فاران فاؤنڈیشن لاہور، 2009، ج:2، ص:483

[18] المائدہ، 5: 18

[19] ایضاً، 5: 18

[20] النسفی، عبداللہ بن احمد، تفسیر مدارک للنسفی اردو، شمس الدین، مولانا (مترجم)، مکتبۃ العلم، اردو بازار لاہور، س ن، ج:1، ص:743

[21] احبار، 19: 37

[22] گنتی، 15: 40

[23] احبار، 20: 22

[24] استثناء، 26: 18،19

[25] قاموس الکتاب، ص:362

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

میں جسے وہ تجھ کو دیتا ہے تجھ کو برکت بخشے گا۔ اگر تو خداوند اپنے خدا کے حکموں کو مانے اور اُس کی راہوں پر چلے تو خداوند اپنی اُس قسم کے مطابق جو اُس نے تجھ سے کھائی تجھ کو اپنی پاک قوم بنا کر قائم رکھے گا۔ اور دنیا کی سب قومیں یہ دیکھ کر کہ تُو خدا کے نام سے کہلاتا ہے تجھ سے ڈر جائیں گی۔[26]

عہد نامہ جدید میں خدا کے فرزند کے بارے میں مذکور ہے کہ ”یعنی جسمانی فرزند خدا کے فرزند نہیں بلکہ وعدہ کے فرزند نسل گنے جاتے ہیں۔“[27]

مگر بنی اسرائیل نے اس عہد اور اپنے خاص قوم ہونے کے رتبے کی حفاظت نہیں کی۔ اور خدا کے احکام کو پس پشت ڈالا۔ اس کی نافرمانی کی اور اس کی ناراضگی کے مستحق ٹھہرے۔ یسعیاہ کی کتاب میں بنی اسرائیل کو جادو گرنی کے بیٹے، زانی اور فاحشہ کے بچے، باگی کی اولاد اور دغا باز نسل کہہ کر پکارا گیا ہے۔[28]

قرآن میں بھی یہود کے اس عقیدہ کو باطل ثابت کرنے کے لیے چیلنج کیا گیا ہے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ، وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ[29]

آپ (محمد ﷺ) فرمایئے اے یہودیو! اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو ذرا مرنے کی آرزو تو کرو اگر تم سچے ہو۔ اور وہ اس کی تمنا کبھی نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو وہ اپنے ہاتھوں پہلے بھیج چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

آیت مذکورہ میں رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ آپ یہود سے فرمائیں کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ کہ ساری مخلوق میں تم ہی اللہ کے محبوب اور لاڈلے ہو اور تمہیں یہ خطرہ بالکل نہیں کہ آخرت میں تمہیں کوئی عذاب ہو سکتا ہے، تو پھر عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تم موت کی تمنا کرو اور اس کی مشتاق رہو۔[30] یہ نبیوں کے قاتل ہیں، یہ تورات کے محرف ہیں، اللہ کی امانتوں میں خیانت کرنے والے ہیں اور انہوں نے ان تمام نشانات ہدایت کو مٹایا ہے جن کو خلق کے سامنے اجاگر کرنے پر یہ مامور ہوئے تھے اب یہ کیا منہ لے کے اپنے رب کے سامنے جائیں گے![31] اگر تم اللہ کی اولاد ہو، اس کے بڑے چہیتے ہو، تو کیا اسی لیے بخت نصر (Nebukadnezar) کے ہاتھوں اس نے تمہیں پٹوایا، تمہارے چھ لاکھ افراد قتل کروا دیے، چھ لاکھ قیدی بنے، تمہارا ہیکل اوّل بھی شہید کر دیا گیا۔ پھر آشوریوں نے تمہاری سلطنت اسرائیل کو روند ڈالا۔ پھر یونانیوں کے ہاتھوں تمہارا استحصال ہوا۔ پھر رومیوں نے تمہارے اوپر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے اور رومن جنرل طیطس (titus) نے تمہارا دوسرا ہیکل بھی مسمار کر دیا۔ کیا ایسے ہی لاڈلے ہوتے ہیں اللہ کے؟ کیا اللہ اتنا ہی لاچار اور عاجز ہے کہ اپنے لاڈلوں کو ذلت و خواری اور ظلم و ستم سے بچا نہیں سکتا؟ **بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ** نہیں! بلکہ تم بھی انسان ہو جیسے دوسرے انسان اس نے پیدا کیے ہیں۔[32] قرآن پاک میں یہود کے باطل وعادی کی تردید کی گئی ہے

ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـــُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ڽ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ[33]

”یہ ان کے مونہوں کی بات ہے وہ اپنے سے پہلے کافر لوگوں کی بات کی مشابہت کرتے ہیں، اللہ انہیں غارت کرے یہ کہاں بہکے جاتے ہیں۔“

یہ ایسا قول ہے جس کی معاون کوئی دلیل صحیح موجود نہیں ہے۔ اور نہ کسی کا بیان اس کی سند میں پیش کیا جا سکتا ہے بس یہ منہ سے نکالا جانے والا لفظ محض ہے۔ جو اپنے ساتھ کوئی معنی نہیں رکھتا جیسا کہ مہمل الفاظ ہوتے ہیں۔[34] یعنی یہ خود انہی کے منہ سے نکالا ہوا کلام ہے۔ یا یہ مقصد ہے کہ ان کی یہ بات افواہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی صرف

---

[26] استثناء، 28 :1، 10

[27] رومیوں، 9: 8

[28] یسعیاہ، 57 :3، 5

[29] جمعہ، 62 :7، 6

[30] شفیع، محمد، مولانا، مفتی، معارف القران، ادارۃ المعارف، کراچی 2001، ج:7، ص:244

[31] تدبر قرآن، ج:8، ص:383

[32] اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، خیبر پختونخواہ، پشاور، جون 2015، ج:2، ص:258

[33] التوبہ، 9: 30

[34] تفسیر مدارک للنسفی اردو، ج:1، ص:1108

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

زبانی ڈھکوسلا ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں بے معنی لفظ ہے۔[35] یعنی مصر، یونان، روم، ایران اور دوسرے ممالک میں جو قومیں پہلے گمراہ ہو چکی تھیں۔ ان کے فلسفوں، اوہام، تخیلات سے متاثر ہو کر انہوں نے بھی ایسے ہی نظریے اختیار کر لیے ہیں۔[36] یہود کا خود کو یا اپنے نبیوں کو اللہ کے بیٹے کہنے کا یہ نظریہ بے سروپا اور قول بے دلیل ہے۔ جس کی کوئی دلیل، کوئی شہادت ان کے پاس موجود نہیں۔ آگ نہیں چھوئے گی مگر چند دن۔ یہود کے زعمائے باطل میں سے ایک آتش جہنم سے آزادی کے بارے میں ہے۔ یہ عقیدہ ما قبل عقیدے کی فرع ہے بنیاد وہی ہے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور پسندیدہ قوم ہیں۔ اس کی بنیاد پر یہ یہود میں یہ عقیدہ بھی پیدا ہوا کہ جب ہم کے پسندیدہ قوم ہیں اور اللہ نے ہمیں چنا ہوا ہے تو جہنم کی آگ بھی ہمیں نہیں چھوئے گی اور اگر چھوا بھی تو چند روز۔

قرآن مجید میں اس عقیدہ پر جرح کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے کہ

قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ [37]

کہتے ہیں کہ آگ ہمیں نہیں چھوئے گی مگر چند دن

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہود کہتے ہیں کہ دنیا کی عمر کل چھ ہزار سال ہے اور ہمیں ایک ہزار سال کے بدلے ایک دن عذاب دیا جائے گا۔ (اس طرح کل چھ دن عذاب ہو کر ساتویں دن چھٹی ہو گی)۔[38]

جیوش انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ

"آتش دوزخ گناہگاران قوم یہود کو چھوئے گی بھی نہیں اسلیے کہ وہ جہنم پر پہنچ تے ہی
اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں۔ اور خداوند کے پاس واپس آجائیں گے"[39]

یہ یہود کی عام فہم غلطی کا بیان جس میں انکے عامی اور عالم سب مبتلا ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم چاہے کچھ کریں، بہر حال ہم چونکہ یہودی ہیں۔ لہذا جہنم کی آگ ہم پر حرام ہے اور بالفرض اگر ہم کو سزا دی بھی گئی تو بس چند روز کے لیے وہاں بھیجے جائیں گے پھر جنت کی طرف پلٹا دئے جائیں گے۔[40]

یہود کا یہ قول ان لوگوں کی اپنی خود ساختہ اُمیدوں اور من گھڑت آرزؤں اور تمناؤں کا شاخسانہ ہے جو اللہ کی عطا کردہ ہدایت و رہنمائی سے رُو گردانی کر کے اپنی من مانی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں وہ ایسے ہی اپنی اختراعی اور وضعی آسوں پر زندگی گزارتے ہیں جن کی کوئی دلیل و حجت ان کے پاس نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہود کی دنیاوی زندگی میں پستی، خواری، ذاتی مملکت کے لیے مارے مارے پھرنا اس بات کی تردید کرتا ہے کہ یہ لوگ اللہ پر صریح افترا بازی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ اللہ کا کوئی وعدہ ہوتا تو اس کے اطلاق کی رُو سے سب سے پہلے ان کی اسی دنیا کی زندگی میں اس کا نمونہ نظر آجاتا۔

قرآن نے دوسری جگہ پر یہود کا قول نقل کیا ہے۔

قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ [41]

وہ کہتے ہیں کہ ہمیں چند دن کی آگ چھوئے گی ان کے کھڑے ہوئے دین نے ہی انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

ان کی ڈھٹائی کا اصل سبب ان کے من گھڑت خیالات ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم کتاب پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر عمل کیوں نہیں کر رہے؟ اس میں تو لکھا ہے کہ سود حرام ہے اور تم سود خوری پر کمر بستہ ہو، اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام کیوں نہیں مانتے؟ تو اس کے جواب میں وہ اپنا یہ من گھڑت عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[35] پانی پتی، محمد ثناء اللہ، قاضی، تفسیر مظہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2015، ج:3، ص:493

[36] مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور، س۔ن، ج:2، ص:189

[37] آل عمران، 3: 24

[38] تفسیر مدارک للنسفی اردو، ج:1، ص:162

[39] Cecil Roth, The Standard Jewish Encyclopidia, w.H. Allen London, 1959,p1726

[40] تفہیم القرآن، ج:2، ص:89,90

[41] آل عمران، 3: 24

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

ہمیں تو جہنم کی آگ چھو ہی نہیں سکتی مگر گنتی کے چند دن۔ جب یہ عقیدہ ہے تو پھر انسان کا ہے کہ دنیا کا نقصان برداشت کرے۔ پھر تو حلال سے، حرام سے جائز سے، ناجائز سے، جیسے بھی عیش و دنیا حاصل کیا جا سکتا ہو حاصل کرنا چاہیے۔ یہ عقیدہ در حقیقت ایمان بالآخر کی نفی کر دیتا ہے۔[42]

اس آیت میں یہود کے کتاب اللہ میں تحریف اور دوسرے بہت سے کبیرہ گناہوں پر دلیر ہونے کی وجہ بیان کی گئی ہے ان کے اسلاف نے اپنی طرح سے ایک عقیدہ گھڑا اور اسے اپنی قوم میں پھیلا دیا۔

امین احسن اصلاحی بیان کرتے ہیں کہ ان جھوٹی آرزوؤں کے ضمن میں وارد ہے جن کی کوئی سند ان کے دین میں موجود نہیں تھی ان کے علماء نے محض اپنے جی سے گھڑ کر ان کو اپنی شریعت کا جزو بنا دیا تھا اور دل پسند ہونے کی وجہ سے یہ بدعتیں ان کے عوام کے دلوں میں اسی طرح راسخ ہو گئی تھیں کہ اب ان کا سارا تکیہ انہی جھوٹی آرزوؤں پر رہ گیا تھا۔ ازاں جملہ ان کا یہ من گھڑت عقیدہ بھی تھا کہ بنی اسرائیل چونکہ برگزیدہ اُمت ہیں اس وجہ سے ان کے اعمال خواہ کچھ بھی ہوں لیکن ان کے لیے دائمی عذاب نار نہیں ہیں۔[43] عقائد کے باب میں کوئی بات بے دلیل عقلی یا نقلی کے اپنی طرف سے گھڑ لینا افتراء علی اللہ کی ایک صورت ہے اور یہود کے پیشوں اور سرداروں نے اسی طرح قسم قسم کے عقائد کا ایک طومار گھڑ رکھا تھا۔[44] و غرهم في دينهم ما كانو يفترون[45] یعنی ان کو ان کے افتراء علی اللہ نے دھوکے میں ڈال دیا اور وہ افتراء یہ ہے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ وہ ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے معمولی مدّت سزا دے گا۔[46] یہود کے اختراعی دین نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے کہ ان کو نار جہنم کا عذاب گنتی کے چند دنوں سے زیادہ نہیں ملنے والا یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا میں شُتر بے مہار کی زندگی گزارتے اور اپنی ہوائے نفس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث/نتائج بحث

1۔ زیرِ نظر تحقیقی مقالہ یہود و نصاریٰ کے اس دعویٰ ،*نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ* ” کا قرآنِ کریم اور مختلف مستند تفاسیر کی روشنی میں ایک جامع اور تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے نہایت واضح، عقلی اور اخلاقی انداز میں اس کی تردید فرمائی ہے۔ مقالہ میں اس دعویٰ کے فکری، تاریخی اور مذہبی پس منظر کا جائزہ لیتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کا یہ تصور دراصل مذہبی برتری، نسلی امتیاز اور بلا شرط نجات کے غلط عقیدے پر مبنی تھا، جو آہستہ آہستہ ان کی دینی ذمہ داری اور عملی اصلاح سے غفلت کا سبب بنا۔

2۔ یہودیت دو اصولوں پر مبنی ہے۔ خدا کی وحدانیت اور بنی اسرائیل کا پسندیدہ اور محبوب امت ہونا۔ یہودیت بت پرستی اور متعدد خداؤں کی پوجا (شرک) کو مسترد کرتی ہے۔ وہ ایک رب العالمین پر عقیدہ رکھتی ہے لیکن آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ ذلت و خواری اور پستی و بدحالی ان پر مسلط ہو گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے۔

3۔ یہ نتیجہ تھا اس بات کا کہ وہ اللہ کی آیات سے کفر کرنے لگے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے لگے۔ یہ نتیجہ تھا ان کی نافرمانیوں کا اور اس بات کا کہ وہ حدودِ شرع سے نکل جاتے تھے اور کتابوں میں تحریف کرتے تھے اور اللہ کے حکم کے خلاف تہوار مناتے تھے۔

4۔ ملائکہ کو انسانوں سے افضل اور اللہ کے بیٹے کہتے تھے۔ اور العیاذ باللہ انبیاء کو انسانیت سے بھی پست سمجھتے ہیں۔ صرف اپنے آپ کو اللہ کا محبوب سمجھتے تھے اور گیت گانا، تفاخر پیش کرنا وغیرہ ان کا شیوہ بن چکا تھا۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمیں آگ نہیں چھوئے گی تو ان کی تمام ان باتوں کو اللہ نے قرآن سے رد کیا۔

5۔ مختلف تفاسیر کے ذریعے سے اسکا رد کیا گیا ہے اور اللہ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ کے محبوب ہو تو پھر تم پر عذاب کیوں آئے اور پھر یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف مسلسل سازشیں جاری رکھیں اور اب تک بھی جاری و ساری ہیں اور ہر دور میں علماء و مشائخ کی طرف سے اسکا مقابلہ کیا گیا اور ان کا رد بھی کیا جاتا رہا ہے۔

---

[42] کیلانی، عبدالرحمن، مولانا، تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام سٹریٹ، نمبر ۲۰، رومن پورہ لاہور، ربیع الاول، 1435ھ، ج:1، ص:255

[43] تدبر قرآن، ج:2، ص:26،61

[44] تفسیر ماجدی ج:1، ص:553

[45] آل عمران، 3: 24

[46] تفسیر مدارک للنسفی اردو، ج:1، ص:421